کے قبضے میں چلا گیا تو انہوں نے مال کی طمع میں اس عفیفہ کی قبر کھود کر یہ دونوں چیزیں نکال لیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

عمرہا بر ایں زمین قباب — بر مزارش بود شمشیر و کتاب
مرقدش اندر جہان بے ثبات — اہل حق را داد پیغام حیات
تا مسلماں کرد با خود آنچہ کرد — گردش دوراں بساطش در نورد
مرد حق از غیر حق اندیشہ کرد — شیر مولیٰ روبہی را پیشہ کرد
از دلش تاب و تب سیماب رفت — خود بدانی آنچہ بر پنجاب رفت
خاک شمشیر و قرآں را ببرد — اندراں کشور مسلمانی بمرد

اب یہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے لاہور کی نواحی بستی بیگم پورہ میں بقول اقبال اس کا کاشانہ از لعل ناب، کو نہیں دیکھا اور وہ مرحومہ کی سیرت و کردار سے واقفیت نہیں رکھتے وہ اس نظم سے کماحقہ لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔

۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۵ء میں مجھے دو بار نرورہ جانے اور وہاں چند دن گذارنے کا موقع ملا، دوسرے سفر میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی بھی ساتھ تھے اس لئے وہاں قیام کا بڑا لطف رہا۔

نرورہ علی گڈھ سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر گنگا کے کنارے بلند و بالا ٹیلوں پر آباد ہے وہاں محکمہ پی، ڈبلیو، ڈی کے چند سجے سجائے خوبصورت بنگلے موجود ہیں جو سیاحوں کو برائے نام کرایہ پر رہنے کے لئے مل جاتے ہیں۔ ٹیلوں کے دامن سے گنگا بہتی ہے وہاں بڑے خوبصورت گھاٹ بنے ہوئے ہیں جہاں یاتری دور دور سے اشنان کرنے آتے ہیں۔ پورنماشی کے موقع پر تو وہاں میلہ لگ جاتا ہے اور ساری رات اشنان جاری رہتا ہے۔

برسات کے دن تھے۔ دوپہر کے وقت جب بارش کا زور ہوتا تو میں بارش میں

نہاتا اور آم چوستا ۔ میری دیکھا دیکھی گھر کے بعض افراد بھی بارش میں نہانے کا حوصلہ کر لیتے، شام کو بارش ختم ہو جاتی تو لان میں کرسیاں ڈال دی جاتیں۔ اور ہم لوگ لطف شب تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہتے ۔ انشاؔ نے کسی ایسے ہی موقع پر کہا تھا ؎

عجب رنگینیاں ہوتی تھیں تب باتوں میں اے انشاؔ
بہم جب لکھنؤ میں تھے سعادت یار خاں اور ہم

رات کے وقت مطلع صاف ہوتا تو چاندنی عجب نظارہ دکھاتی ہم گنگا پر نظر ڈالتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے سیّال چاندی کا دریا بہہ رہا ہو، گنگا میا کے معتقدین ڈونوں میں چراغ جلا کر دریا میں بہاتے تو آگے پیچھے سینکڑوں کی تعداد میں ڈونے ہچکولے کھاتے سطح آب پر رواں دواں نظر آتے ۔ اس وقت مجھے دریائے نیکر کے بارے میں حضرت علامہ کی یہ نظم یاد آجاتی تو اس نظارہ کا لطف دوبالا ہو جاتا حضرت علامہ فرماتے ہیں

؎ خاموش ہے چاندنی قمر کی — شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش — کہسار کے سبز پوش خاموش
فطرت بے ہوش ہو گئی ہے — آغوش میں شب کے کھو گئی ہے
کچھ ایسا سکوت کا فسوں ہے — نیکر کا خرام بھی سکوں ہے
تاروں کا خاموش کارواں ہے — یہ قافلہ بے درا رواں ہے
خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا — قدرت ہے مراقبے میں گویا
اے دل تو بھی خاموش ہو جا — آغوش میں غم کو لے کے سو جا

میں قبر پرست بدعتی نہیں لیکن تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے جہاں بھی جاتا ہوں وہاں تاریخی شخصیات اور بزرگان دین کے مزارات دیکھنے جاتا ہوں میں جب مانچسٹر یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا تو میں نے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیائے دین پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ایم اے کی ڈگری لی تھی ۔ اسی زمانے سے مجھے مو

کے ساتھ بڑی عقیدت ہے۔

میں جب بھی بھارت آتا ہوں تو انہیں "ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان" سمجھتے ہوئے ان کے مزار پر ضرور حاضری دیتا ہوں۔ حضرت علامہ نے شیخ احمد رفاعی کے بارے میں جو اشعار کہے ہیں، وہ حضرت شیخ احمد سرہندی پر بعینہٖ منطبق ہوتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں ؎

شیخِ احمد سید گردوں جناب — کاسب نور از ضمیرش آفتاب
با مریدے گفت اے جانِ پدر — از خیالاتِ عجم باید حذر
قلب را زیں حرف حق گرداں قوی — با عرب در ساز تا مسلم شوی

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات اسی ایک نقطے کے گرد گھومتی ہے۔

از خیالاتِ عجم باید حذر!

فی الحال میں اس پر اکتفا کرتا ہوں اگر قارئین کرام نے اس مضمون کو پسند فرمایا تو یہ سلسلہ بڑھایا بھی جاسکتا ہے۔

ایک ضروری اعلان

جو حضرات رسالہ برہان کے فائل نہیں رکھتے وہ زحمت فرما کر جنوری ۶۸ء کا شمارہ دفترِ کے فائل کے لئے ارسال فرمادیں چونکہ اس مہینہ کا شمارہ اتفاقاً دفتر کے فائل کے لئے ایک بھی نہیں بچ سکا اس لئے یہ درخواست کیجاتی ہے۔

کلکتہ میں دس دن

سعید احمد اکبرآبادی

(۳)

مسٹر جی الیس فرید | ان کے والد ماجد محمد ہاشم صاحب کلکتہ کے ممتاز مسلمانوں میں سے تھے، کاروبار وسیع تھا بڑی جائداد و املاک کے مالک تھے، سماجی فلاح وبہبود کے کاموں میں حصہ لیتے تھے میری ان کی دید و شنید تھی، لیکن فرید صاحب سے یہ پہلی ملاقات کرکے طبیعت بہت محظوظ ہوئی، علی گڑھ سے بی۔ الیس۔ سی کیا ہے علمی اور تحقیقی ذوق اعلیٰ درجہ کا ہے، عہد قدیم کے سکے اور مخطوطات خصوصاً قرآن مجید کے پرانے نسخے جمع کرنے کا بڑا شوق ہے۔ آثار قدیمہ سے بڑا لگاؤ ہے اس وقت ایران سوسائٹی میں تو ان سے سرسری ملاقات ہوئی۔ لیکن اس کے بعد یہ ہوٹل بھی آئے اور ایک دن اپنے مکان پر عصرانہ پر بھی بلایا عصرانہ بہت پر تکلف تھا اور بہت سے احباب شریک تھے فرید صاحب کے پاس سکوں اور قرآن مجید کے مخطوطات کا جو ذخیرہ ہے چائے نوشی کے بعد انہوں نے ان کی زیارت کرائی تو لطف ملاقات و مدارات دوبالا ہوگیا۔ انہیں نوادر جمع کرنے کا شوق ہی نہیں ہے بلکہ ان کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں اور مقالات لکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعدد مقالات ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے جرنل اور دوسرے بلند پایہ مجلات میں طبع ہوکر ارباب علم کی نظر میں مقبول ہوچکے ہیں۔ چند مقالات جو میری نظر سے

گذر چکے ہیں حسب ذیل ہیں۔ یہ سب انگریزی میں ہیں:۔

(۱) سلطان علاء الدین علی مردان خلجی (۶۰۲ھ تا ۶۰۷ھ) کے عہد کا چاندی کا سکہ جواب تک معلوم نہیں تھا (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

(۲) خط بہاری: عربی لکھنے کا ہندوستانی اسٹائل (انڈو ایرانیکا ایران سوسائٹی کلکتہ)

(۳) سلاطین بنگال کی قبریں اور مقبرے (انڈو ایرانیکا)

(۴) بنگال کے سلطان جلال الدین محمد شاہ (۸۱۸ھ تا ۸۳۵ھ) کا نیا یادگاری اور بے مثالی دس ٹنکہ سکہ (سکوں کی تحقیقاتی سوسائٹی انڈیا کا جرنل جلد ۳۸)

یہ مقالہ نہایت بلند پایہ اور محققانہ ہے اس میں سکہ جو وزن اور سائز کے اعتبار سے ہندوستان کے بادشاہوں کے سکوں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ وزنی ہے اس کی تفصیلات بیان کرنے کے ساتھ فاضل مضمون نگار نے اس پر بحث کی ہے کہ جلال الدین محمد شاہ نو مسلم تھا اس کا اور اس کے باپ کا اصل نام کیا تھا اور یہ کس طرح حکومت پر قابض ہوا اور اس سلسلہ میں ہندوستانی اور عرب مؤرخین سے جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کی نشاندہی کی ہے۔

(۵) جلال الدین محمد شاہ کے چند اور نادر سکے، (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ جلد نمبر ۱۶، نمبر ۱-۴، ۱۹۷۴ء)

(۶) بنگال کے سلطان نصیر الدین محمود دوم کا سب سے پہلا دریافت کردہ سکہ: (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ج ۱۸، نمبر ۱-۴، ۱۹۷۶ء)

(۷) علامہ اقبال کی یادگار میں ڈاکخانہ کے جاری کردہ ٹکٹ۔ (انڈو ایرانیکا)

اس مضمون میں ان تمام ٹکٹوں کی تصاویر کے تفصیلات ہیں جو پاکستان میں علامہ کے سال وفات اور ان کی پیدائش کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر شائع ہوئے تھے۔

(۸) بنگال کے جلال الدین فتح شاہ کے دو سکے: NUMISTIC DIGEST

BOMBAY V. II, PART II)

(۵) ملکہ نواب تاج محل کا ایک نامطبوعہ اودھی میڈل :۔ - (NUMISTIC DIGEST V. I)

پھر فرید صاحب کا ذوق صرف یہی نہیں ہے بلکہ اسلامیات کا مطالعہ بھی بہت اچھا ہے خصوصاً قرآن مجید سے بڑا شغف ہے اس کی وہ صرف تلاوت نہیں کرتے بلکہ اس کے معانی و مطالب اور حقائق پر غور و فکر کرکے اس پر لکھتے بھی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کے ان کے دو تین مضمون میں نے دیکھے بھی ہیں۔ دولت و ثروت کے ساتھ اگر کسی کو علمی اور تحقیقی علم بھی عطا ہو جائے تو اس کو عظیم عطیہ و نعمت خداوندی سمجھنا چاہیے کسی فارسی کے شاعر نے سچ کہا ہے ؎

مرا تجربہ معلوم گشت آخر حال
کہ قدر مرد بعلم ست و قدر علم بمال

یورپ میں تو اس کی مثالیں کثرت سے ملیں گی لیکن برصغیر میں ایسے خوش قسمت خال خال ہی دستیاب ہوں گے اور انہیں چند میں ایک فرید صاحب بھی ہیں۔

فرید صاحب کے ہاں جو عصرانہ ہوا تھا جس کا ذکر شروع میں آچکا ہے اس میں مولانا معصومی، پروفیسر مسعود حسن، خواجہ محمد یوسف، مجید صاحب، سالک صاحب، حکیم محمد زمان الحسنی، تو موجود تھے ہی۔ ان کے علاوہ حاجی عبدالقیوم صاحب مالک اڈینیہ ہوٹل اور مسٹر احمد سعید ملیح آبادی ایڈیٹر روزنامہ ہند بھی تھے۔ یہ دونوں حضرات میرے نہایت مخلص اور عزیز دوست ہیں۔ اب تک ان سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ فرید صاحب کے یہاں ان سے بھی ملاقات ہوئی تو بڑی مسرت ہوئی حاجی صاحب نے کاروباری مصروفیت کا عذر کیا۔ اور ملیح آبادی صاحب نے بتایا کہ وہ بمبئی گئے ہوئے تھے مگر اس عزم کے ساتھ کہ ۲۲ ستمبر کو کلکتہ واپس آکر میرے لکچر میں شریک ہوں گے لیکن بعض حالات کے باعث یہ ممکن نہ ہو سکا۔

فرید صاحب عجیب متنوع الذوق انسان ہیں۔ ان کے پاس قدیم سکوں کا ایک عجیب غریب

ذخیرہ ہے جس میں سلطان علی مردان متوفی ۶۱۰ھ اور سلاطین دہلی شمس الدین التتمش، رضیہ، نصیر الدین محمود، غیاث الدین بلبن، محمد بن تغلق سے لے کر بنگال کے آخری افغان فرمان روا داؤد شاہ کرانی (از ۹۸۰ھ تا ۹۸۴ھ) تک کے حکمرانوں اور سلاطین کے نادر و نایاب سکے محفوظ ہیں۔ اور ان سے بعض نئی تاریخی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور بعض مورخین کے غلط بیانوں کی تصحیح ہو جاتی ہے۔ مثلاً: ایک سکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بنگال میں لکھنوتی ٹکسال کا بانی شمس الدین التتمش تھا نہ کہ اس کی دختر نیک اختر سلطانہ رضیہ، جس کو مورخین عام طور پر نصیر الدین محمود لکھتے ہیں اس کا اصل نام قطب الدین محمود شاہ تھا۔ شیر شاہ سوری کی تخت نشینی کی تاریخ ۹۴۲ھ عام طور پر بیان کی جاتی ہے لیکن ایک سکہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نہیں بلکہ ۹۴۵ھ تھی۔ اسی طرح علاء الدین حسین شاہ کا دور حکومت عموماً ۹۲۵ھ تک مانا گیا ہے حالانکہ اس کا دور حکومت ۹۳۱ھ تک ہے۔ غرض کہ اس نوع کی متعدد تاریخی غلطیاں ہیں، جن کی تصحیح قابل اطمینان طریقہ پر ان سکوں سے ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں فرید صاحب کے پاس دنیائے عرب کے ڈاکخانہ کے ٹکٹوں کا ایک ذخیرہ ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف تقریبات کے مواقع پر شائع ہوتے رہے ہیں اور جن پر مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ پھر قرآن مجید کے نادر نسخوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے۔ چائے نوشی سے فراغت کے بعد ہم نے ان ذخائر کی زیارت کی اور بہت محظوظ ہوئے لیکن ظاہر ہے ان سب نوادر کا اس وقت تفصیلی مطالعہ ممکن نہ تھا۔ ہم نے خاص خاص چیزیں دیکھیں اور ان کے نوٹ لے لئے۔ فرید صاحب اپنے ذخائر کی نمائش مدراس، کیرالہ اور بھوپال میں کرا چکے ہیں، ارباب علم و تحقیق اس کی بڑی داد دی ہے۔

نماز مغرب کے بعد فرید صاحب سے رخصت ہو کر باہر آئے تو حاجی عبدالقیوم صاحب کا مکان قریب ہی ہے انہوں نے اپنی کار طلب کی اور میں اور مجید صاحب ان کے ساتھ بندرگاہ پہونچے، یہاں کھلی فضا اور تازہ ہوا میں بڑا انشاط حاصل ہوا کچھ دیر ادھر ادھر

مسترگشت کیا، جو جہاز وہاں کھڑے تھے ان کی سیر کی۔ آئس کریم بہت نفیس تھی اس سے اکام ودہن کی تواضع کی۔ راستہ میں دیکھا کہ چورنگی سے آگے نکل کر وکٹوریہ میموریل کے ارد گرد بعض بڑی شاندار سرکاری عمارتیں بن گئی ہیں۔ کلکتہ میں زمین دوز ٹرین (SUB WAY) کا منصوبہ بہت پرانا تھا اب اس کی کارروائی شروع ہوگئی ہے بنگال میں C.P.G کی گورنمنٹ ہے چیف منسٹر مسٹر باسو ہیں جب میں کلکتہ میں تھا ان سے کبھی کبھی ملاقات ہوتی تھی کھلے دماغ اور کھلے دل کے انسان ہیں۔ بے غرض اور مخلص ہیں۔ فرقہ واریت کا دور تک ان کے دماغ میں گذر نہیں ہے ہندو مسلمان سب خوش نظر آتے ہیں اس گورنمنٹ کے عہد میں کلکتہ میں جو بعض نئے منصوبے شروع ہوئے ہیں یا اڈمنسٹریشن اور شہری زینت کاری کے اعتبار سے کلکتہ میں اس وقت جو ترقی نظر آئی اسے دیکھکر مسرت ہوئی۔ سیر و تفریح سے فارغ ہو کر ہوٹل آیا اور حاجی صاحب جن کا ذکر آگے بھی آئے گا۔ شکریہ ادا کر کے ان سے رخصت ہو گیا۔